اللہ کے پسندیدہ ترین اعمال

مدرّس: پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ ؓ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ ﷺ : اَیُّ
اللّٰهِ تَعَالٰی؟ قَالَ : ((**اَلصَّلَاةُ عَلٰی وَقْتِهَا**)) قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ ((**بِرُّ الْوَالِدَ**
قَالَ : ((**اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ**)) (۱)

ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی مکرم ﷺ سے
اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''وقت پر نماز پڑھنا''۔ میں
سا؟ فرمایا: ''والدین سے حسن سلوک کرنا''۔ میں نے عرض کیا: پھر کون سا؟ تو آپؐ
راستے میں جہاد کرنا۔''

اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ ہیں جو جلیل القدر صحابی تھے
سے تھے۔ مکہ میں یہ عقبہ بن ابی معیط کے مویشی چراتے تھے۔ یہ وہی عبداللہ ہیں کہ سفر
رسول اللہ ﷺ نے ان سے دودھ مانگا تو انہوں نے انکار کیا کہ یہ بکریاں میری نہیں
دودھ کی بھیڑ کو پکڑ لیا۔ اس کے خشک تھنوں پر ہاتھ پھیرا تو وہ بڑے ہو گئے اور ان میں
آیا۔ پھر اس بھیڑ کے تھن پہلے کی طرح خشک ہو گئے۔ عبداللہ بن مسعود ؓ نے مکہ میں
قرآن مجید پڑھا۔ وہ ہجرتِ حبشہ میں شامل تھے۔ جنگ بدر میں ابوجہل زخمی ہوا تو عبد
اللہ ﷺ کے پاس لائے۔ آپؓ قرآن وسنت کے ممتاز عالم تھے۔ حدیث بیان کرنے

زیر درس حدیث میں حضرت عبداللہ ؓ کے پوچھنے پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''
عمل نماز ہے' اس کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک اور پھر اللہ کی راہ میں جہاد۔''

رسول اللہ ﷺ نے نماز کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین عمل بتایا۔ نماز کی
ہو جاتی ہے کہ آپؐ نے کفر اور اسلام میں نماز کو فرق بتایا ہے۔ گویا نماز اسلام کی علامت
نظروں میں اس قدر اہم تھی کہ آپؐ نے اس جہان سے رخصت ہوتے وقت صحابہ کر
تلقین فرمائی۔ قرآن مجید میں بار بار **اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ** کے الفاظ آئے ہیں' جن کا مطلب
رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق نمازی نماز میں اللہ تعالیٰ کی مناجات کرتا ہے۔ قر

(۱) صحیح البخاری' کتاب مواقیت الصلاۃ' باب فضل الصلاۃ لوقتها۔ وصحیـ
باب بیان کون الایمان باللّٰہ تعالٰی افضل الاعمال؟

بندوں کی یہ صفت مذکور ہے کہ وہ اپنی نمازوں کی نگہداشت کرتے ہیں۔ (المؤمنون: ۹) دوسری جگہ ارشاد ہوا کہ اصل نمازی وہ ہیں جو اپنی نمازوں پر مداومت کرتے ہیں۔ (المعارج: ۲۳) یعنی ایسا نہیں ہوتا کہ نماز کبھی پڑھ لی کبھی چھوڑ دی‘ بلکہ نماز پورے خلوص اور پابندیٔ وقت کے ساتھ ہر روز ہر حال میں ادا کرنا ضروری ہے۔ نماز مسافر کو بھی معاف نہیں‘ بلکہ وہ قصر نماز ادا کرنے کا مکلّف ہے۔ آپ ﷺ نے خود ساری زندگی پورے اہتمام کے ساتھ نماز ادا کی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کا پابند بنایا۔ حدیث میں ہے کہ جزا و سزا کے دن سب سے پہلے نماز ہی کا سوال ہوگا۔ ؎

روزِ محشر کہ جاں گداز بود
اوّلیں پرسش نماز بود

انسان خطا کا پتلا ہے۔ اس سے گناہ کے کام بھی سرزد ہو جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نماز انسان کے گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتی ہے جس طرح موسم خزاں میں خشک ٹہنی کو ہلایا جائے تو اُس کے پتے گر جاتے ہیں۔“

نماز کی فضیلت اور اہمیت پر درجنوں احادیث مروی ہیں۔ نماز صرف آخرت میں نجات کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ اس کے دُنیوی فوائد بھی بہت سے ہیں۔ صفائی کو ایمان کا حصہ قرار دیا گیا ہے اور نماز کے لیے وضو پہلی شرط ہے۔ اور وضو کیا ہے؟ ہاتھ‘ پاؤں‘ بازو‘ چہرے کو دھونا اور ناک میں پانی ڈالنا اور کُلّی کرنا۔ گویا ایک دن میں پانچ نمازیں ہیں‘ ہر نماز میں اگر پانی کے ساتھ پاکیزگی اختیار کی جائے تو انسان کے بدن پر ذرّہ برابر میل کچیل نہ رہے گی۔ مقررہ اوقات میں نماز پڑھی جائے تو پابندیٔ وقت عادتِ ثانیہ بن جاتی ہے اور نمازی کے لیے اوقاتِ کار کا تعین آسان ہو جاتا ہے۔ نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کا حکم ہے۔ اس طرح انسان نظم وضبط (ڈسپلن) کا پابند ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے ماحول سے باخبر رہتا ہے اور آپس میں پیار محبت کے تعلقات پیدا ہوتے ہیں۔

نماز سے غفلت رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی کا باعث اور دوزخیوں کی علامت ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝﴾ (الماعون) ”ان نمازیوں کے لیے بربادی ہے جو اپنی نمازوں میں سستی برتتے ہیں“۔ واضح رہے کہ ”وَیل“ دوزخ کی ایک وادی کا نام ہے۔ سورۃ المدثر میں ارشاد ہے کہ جنت والے دوزخیوں سے پوچھیں گے کہ تم جہنم میں کیوں ڈالے گئے؟ وہ پہلی بات یہ بتائیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے!“ (آیت ۴۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر آپ ؐ نے اللہ کی نظر میں دوسرا محبوب ترین عمل والدین کے ساتھ حسن سلوک بتایا۔ والدین بڑی تکلیف اٹھا کر سالہا سال تک اپنے بچوں کو پالتے ہیں۔ ان کے ساتھ لاڈ پیار کرتے ہیں‘ ان کو ضروریات بہم پہنچاتے ہیں‘ جبکہ وہ dependent ہوتے ہیں۔ جب والدین اپنے بچوں پر اتنا احسان کرتے ہیں تو اولاد پر بھی یہ اخلاقی فرض ہے کہ وہ بڑے ہو کر ان کے احسان مند ہوں‘ اپنی صلاحیتیں والدین کی بہبود کے لیے کام میں لائیں‘ ان پر اپنا وقت اور پیسہ قربان کریں۔ اگر وہ بوڑھے ہو جائیں تو ان کا علاج معالجہ اور دوسری ضروریات خوش دلی کے ساتھ پوری کریں۔ اگر وہ ارذل العمر کو پہنچ جائیں اور ایسی باتیں کریں جو اولاد کو ناپسند ہوں تو ایسے موقع پر بچے یاد رکھیں کہ یہ وہی والدین ہیں جنہوں نے ان پر اَن گنت احسان

کیے ہیں۔ خود تکلیف برداشت کرتے تھے' مگر بچوں کو راحت پہنچاتے تھے۔

قرآن مجید میں والدین کے حقوق متعدد مقامات پر بڑے مؤثر انداز میں بیان ہوئے ہیں۔ سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے:

﴿اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿٢٣﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿٢٤﴾﴾

''اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اُف بھی نہ کہو اور نہ ان پر خفا ہو اور ان کے ساتھ ادب سے گفتگو کرو۔ اور ان کے لیے ادب کا باز و محبت سے جھکائے رکھو اور ہمیشہ ان کے لیے یہ دعا کرتے رہو: اے میرے پروردگار! تو ان پر رحمت فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا۔''

یعنی کم سنی اور ناتوانی میں میری ہر طرح کی ضروریات پوری کیں اور میری سرپرستی کرتے ہوئے ہر طرح کے خطرات سے بچائے رکھا۔

والدین کی خدمت اور حسن سلوک تو اولاد پر ہر حال میں لازم ہے' خواہ والدین اچھے ہوں یا برے ہوں' مسلمان ہوں یا غیر مسلم۔ ہاں اگر وہ اللہ کے احکام کے خلاف کوئی حکم دیں تو ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی' کیونکہ اللہ کا حکم سب پر فائق ہے' اطاعت مطلق تو اللہ اور اُس کے رسول ہی کی ہے۔ بجوائے قرآنی: ﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ (محمد: ۳۳) ''اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو''۔ اگر والدین اللہ اور اُس کے رسول کے فرمان کے خلاف حکم دیں تو اس کا انکار ضروری ہے۔ سورۂ لقمان میں ارشاد ہے: ﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا﴾ (آیت ۱۵) ''اگر وہ دونوں تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں تو ان کا کہنا نہ ماننا' البتہ دُنیوی معاملات میں ان کے ساتھ بھلائی کرتے رہنا۔'' والدین کسی بھی مذہب وملت سے تعلق رکھتے ہوں اگر وہ اپنی کسی ضرورت کے لیے پیسوں کا تقاضا کریں تو ان کی مدد کر دینی چاہیے۔ پس اللہ کے حکم کے خلاف والدین کی اطاعت جائز نہیں۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ والدین کے حقوق ادا کرنے کا حکم ہے۔ شیر خوارگی میں عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی ماں کی گود میں کلام کیا اور فرمایا: ﴿وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾ وَّبَرًّا بِوَالِدَتِيْ﴾ (مریم) ''مجھے (اللہ تعالیٰ نے) نماز اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے جب تک میں زندہ رہوں۔ نیز یہ کہ اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کرتا رہوں''۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کا راستہ جنت کی طرف لے جاتا ہے اور ان کے ساتھ بدسلوکی' زبان درازی اور بے ادبی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔ ایک شخص کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تیرے ماں باپ تیری جنت ہیں یا پھر تیری دوزخ ہیں''۔ (ابن ماجہ)

آپ ﷺ نے فرمایا: ''باپ کی رضا میں اللہ کی رضا ہے اور باپ کی ناراضگی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے''۔ (ترمذی) گویا والد کو خوش رکھنا اولاد کی خوش بختی ہے اور باپ کو ناراض کرنا اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا ہے۔ اگرچہ ماں باپ دونوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ادب واحترام کا رویہ رکھنے کا حکم ہے' تاہم ایک لحاظ سے

ماں کا مقام اولاد کے لیے باپ کی نسبت زیادہ افضل ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میرے اچھے سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''تیری ماں''۔ اس نے پوچھا: اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیری ماں''۔ اُس نے پوچھا: پھر اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیری ماں''۔ اُس نے پوچھا: اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرا باپ۔'' (بخاری و مسلم) اس لیے کہ ماں اپنے بچوں کے لیے بہت زیادہ تکلیف اور مشقت برداشت کرتی ہے اور اُس کی محبت بھی لامتناہی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین اعمال میں تیسرا عمل اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہونے کے ناطے انسان کا فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کرتے ہوئے زندگی گزارے۔ نہ صرف یہ بلکہ اس راہ میں جدوجہد کر کے دوسروں کو بھی اس کی دعوت دے۔ دنیا میں انسان سراسر امتحان میں ہے۔ جو شخص اللہ کی رضا والی زندگی گزارے گا وہ اگلی زندگی میں انعام و راحت پائے گا' بصورتِ دیگر سخت سزا کا مستحق ہوگا۔ جہاد کا مطلب یہ ہے کہ انسان خود صراطِ مستقیم پر چلے اور گمراہوں کو سیدھی راہ کی طرف چلانے کی کوشش کرے۔ یوں مسلمان کی پوری زندگی جہاد کا مظہر ہے۔ اسے اپنی نفسانی خواہشات کو رضائے الٰہی کے تحت لانا ہے۔ شیطان کے حملوں سے بچنا ہے اور کفار کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کرنا ہے تاکہ وہ اگلی زندگی میں عقوبت سے بچ سکیں۔

دنیا میں اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے مسلمانوں پر جہاد فرض ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:
﴿وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ﴾ (الحج:۷۸) ''اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے''۔ اگر مسلمان کے پیشِ نظر صرف اپنی نجات ہو تو اس کا ایمان ناقص ہے' کیونکہ اسے دوسروں کی ہمدردی بھی کرنا ہے اور انہیں راہ راست پر لانا ہے۔ اس کے لیے یہ قابل برداشت نہیں کہ کوئی فرد بشر اگلی زندگی میں سزا پائے۔ چنانچہ وہ دوسروں کو اسلام کی دعوت دے گا' کیونکہ نجات صرف اسلام میں ہے۔ اس عمل کا نام جہاد ہے۔ اسی کا حکم بار بار قرآن مجید میں دیا گیا ہے۔ سورۃ التوبۃ میں ارشاد ہے:

﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (التوبة: ٤١)

''(اللہ کے راستے میں) نکلو خواہ ہلکے ہو یا بوجھل' اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ۔''

گویا صرف زبان کے ساتھ حق کی دعوت دینا کافی نہیں بلکہ غلبۂ اسلام کے لیے مال بھی خرچ کرنا ہوگا اور قوت بھی استعمال کرنا ہوگی۔ یہ حق پرست آدمی کا وطیرہ ہے اور یہی نجات کا باعث ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ⑩ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ⑪﴾ (الصف)

''اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں المناک عذاب سے بچائے؟ (سنو) تم اللہ

پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔ یہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم اس حقیقت کو جان لو۔''

اگر کوئی شخص اپنی ذات کی حد تک نیک راہ پر گامزن ہے' مگر اس کی زندگی میں دین اسلام کی سربلندی کے لیے کوئی جدوجہد نہیں' گویا اسے دوسرے انسانوں کی نجات کی کوئی فکر نہیں' تو اُس کا ایمان ناقص ہے۔ ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ جہاں اپنی نجات کی فکر ہو وہاں یہی چاہت دوسروں کے لیے بھی ہو۔

مختصر یہ کہ جہاد کا عمل اول اپنی ذات کی اصلاح اور اپنے نفس کو شیطانی اغوا سے بچانے کے لیے ہو' کیونکہ اپنی اصلاح کو نبی اکرم ﷺ نے بہترین جہاد قرار دیا ہے۔ اپنی ذاتی اصلاح کے بعد پھر مسلمان کی توجہ راہ گم کردہ لوگوں کی اصلاح پر مرکوز ہو۔ بدعملوں کو نیکی کی طرف بلانا بھی جہاد ہے اور کفار کو اسلام کی دعوت دینا بھی جہاد ہے۔ یہ جہاد زبان اور قلم سے بھی ہوگا اور مال سے بھی۔ اگر اس جدوجہد میں جان لڑانے کا موقع بھی آ جائے تو وہ مرغوب ہے۔ کیونکہ اعلائے کلمۃ اللہ کی جدوجہد میں جان دینے والے کو شہید کہا گیا ہے کہ وہ کامیاب ہو کر اگلی زندگی میں داخل ہوگا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴿۱۵۴﴾﴾ (البقرۃ) ''اور جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائیں انہیں مردہ نہ کہو' بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تمہیں (ان کی زندگی کا) شعور نہیں''۔ شہید کا مقام و مرتبہ بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''شہید کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں سوائے قرض کے۔'' (مسلم) رسول اللہ ﷺ خود شہادت کی تمنا رکھتے تھے اور اس کی تلقین کرتے تھے۔ آپ ﷺ سے دعا منقول ہے: ((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ)) ''اے اللہ میں تیرے راستہ میں شہادت کی تمنا کرتا ہوں''۔ گویا اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز' والدین کے ساتھ حسن سلوک اور جہاد فی سبیل اللہ بہترین اعمال ہیں۔ ❁❁❁

بقیہ: قرآن حکیم کی سورتوں کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ رمضان کے آخری عشرہ کو جاگ کر بسر کرو اور اس کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔ روایات میں آتا ہے کہ جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو نہ صرف آپ ﷺ اپنی کمر کس لیتے بلکہ گھر والوں کو بھی جگاتے تھے۔ حالانکہ حضور ﷺ کا یہ معمول نہ تھا کہ گھر والوں کو تہجد کے لیے بیدار کیا جائے۔ اس لیے کہ رات کی نماز نفل ہے وہ کوئی خود اپنی مرضی سے پڑھنا چاہے' لیکن رمضان کا آخری عشرہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ اس عشرہ کی طاق راتوں میں جاگ کر لیلۃ القدر کو تلاش کرنا بہت فضیلت کا باعث ہے۔ اس رات میں ملائکہ کا نزول ہوتا ہے۔ حضرت جبرئیلؑ فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ ہر اُس شخص کے لیے خصوصی رحمت لے کر آتے ہیں جو اس رات میں اپنے رب سے راز و نیاز کر رہا ہو۔ تسبیح و تحمید' توبہ و استغفار اور عبادت میں مصروف ہو۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ اگر مجھے لیلۃ القدر کی ساعت نصیب ہو جائے تو میں اپنے رب سے کیا دعا کروں؟ تو آپ ؐ نے یہ دعا تلقین فرمائی: ((اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ)) (رواہ الترمذی) ''پروردگار! تو بہت معاف فرمانے والا' کرم کرنے والا ہے' اور معاف کرنا تجھے بہت پسند ہے' لہٰذا مجھے بھی معاف فرما دے!'' ❁❁❁